قسط نمبر ۴

جناب مولانا انوارالحق صاحب
نائب مہتمم واستاذ الحدیث جامعہ حقانیہ

شہیدوں کے خون سے منور سرزمین
افغانستان میں چار دن

کابل میں داخل ہوتے ہی سیدھے تاریخی جامع مسجد پل خشتی مغرب کی نماز ادا کرنے پہونچ گئے۔ موسم انتہائی خوشگوار اور ہلکے بارش کا سلسلہ جاری تھا۔ جماعت میں شامل لوگ نماز سے فارغ ہوکر مسجد سے نکل رہے تھے۔ بجلی منقطع ہونے کی وجہ سے مسجد اور اس کے اردگرد کچھ زیادہ گہماگہمی نہ تھی۔ گاڑی رکتے ہی مسجد کے باہر کھڑے بے شمار سائلین جن میں زیادہ تعداد بچوں اور برقع پوش معمر مستورات کی تھی ہمارے جانب لپک گئے۔ ان کے درمیان مشکل سے راستہ نکال کر ہمارے ساتھی مسجد میں داخل ہوئے ان فقراء ومساکین کے حالت زار کو دیکھ کر اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس طویل جنگ کی وجہ تباہی سے نہ صرف عمارات کھنڈروں میں تبدیل ہوئے بلکہ سڑکیں، پل، باغات وکھیت بھی ویرانے کا منظر پیش کرکے اپنے تباہی پر نوحہ کناں ہیں بلکہ افغانستان کے غیرت مند باسیوں کی اکثریت ایک وقت کے نان جویں کیلئے نہایت آہ وزاری سے دوسروں اور خصوصاً غیر ملکی مہمانوں کے لیے سامنے دست سوال پھیلانے پر مجبور ہوئے۔ سفر کی تھکاوٹ کیوجہ سے مسجد کے تفصیلی معائنہ کے بجائے صرف نماز پڑھنے پر اکتفاکرکے اپنے قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

افغانستان میں روسی سامراج کی آمد، قبضہ اور اس کے ردعمل میں تاریخی جہاد کے دوران پاکستان کے علماء وطلباء اور اسلامی مملکت کے قیام کے خواہشمند مسلمانوں کے دلوں میں عرصہ سے یہ جذبہ موجزن رہاکہ جب بھی افغانستان کا پایہ تخت اسلامی نظام کے حقیقی علمبرداروں کے ہاتھ آکر صدیوں پرانا خواب شرمندہ تعبیر ہوتو اپنے آنکھوں سے اس تاریخی اور اسلامی شہر دیکھنے کیلئے ایک دفعہ ضرور جانا ہے۔ اسی جذبہ خواہش کے پیش نظر کابل کے فتح ہوتے ہی پاکستان واطراف عالم کے جہاد کے جذبہ سے سرشار مسلمان پندرھویں صدی میں بظاہر بے یارومددگار طالبان کے ان معجزہ نما کارناموں کو دیکھنے گروہ درگروہ کھچ کھچ کر افغانستان پہونچ رہے تھے۔ طالبان گورنمنٹ نے جہاد

میں مصروف دشمنوں کے نئے نئے سازشوں کو ناکام بنانے جیسے اہم مشاغل کے ساتھ ساتھ افغانستان آنیوالے ہزاروں مہمانوں کے حتی المقدور قیام وطعام، ملاقاتوں اور نقل وحرکت کے وسائل وذرائع کیلئے بھی الگ شعبہ قائم کررکھا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ کابل کے وسط میں انصاف ہوٹل میں ہمارے قیام کا بندوبست ہوگا۔ اکثر وبیشتر غیر ملکی مہمانوں کو اسی جگہ ٹھہرایا جاتا ہے۔ جب ہم ہوٹل کے گیٹ کو پہونچے وہاں پہلے سے چند طالبان ہمارے انتظار میں کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان کے وزیر معدنیات اور جامعہ حقانیہ کے فاضل مولانا حاجی احمدجان حقانی کابل کے رہائشی علاقہ وزیر اکبرخان میں ہمارے منتظر ہیں، یہاں سے سیدھے وہاں پہونچے۔ کابل میں اہم عہدوں پر فائز حقانیہ کے فضلاء اور مجاہدین کے بعض سرکردہ کمانڈروں کو بھی ہمارے آمد کی اطلاع ہوچکی تھی۔ مولانا احمدجان کے مکان پر کافی تعداد میں ہمیں خوش آمدید کہنے کیلئے موجود تھے۔ ہمارے رہائش کا انتظام یہیں ہوچکا تھا۔ مکان میں داخل ہوتے ہی ایک وسیع کمرہ میں بیٹھ کر چائے کے دور کے ساتھ ساتھ ہمارے ساتھی جن خبروں کو سننے کیلئے بے تاب ہوکر یہاں تک ذوق وشوق سے پہونچے تھے کا سلسلہ شروع ہوا۔ طالبان اور ان کے راہنمایان کے عزائم اور حوصلے بلند اور پہاڑوں سے مضبوط تھے۔ ان کے فتوحات اور مختلف محاذوں پر اپنے سے تعداد اور وسائل میں کئی گناہ زیادہ دشمن سے مقابلہ کے وقت تائیدایزدی کے عجیب وغریب ودلچسپ واقعات اور ایمان افروز باتوں سے ساتھی محظوظ ہوئے۔ اسی مکان میں ہماری ملاقات جوان عالم دین حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب جو کہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب کراچی کے خاص تلامذہ اور متعلقین سے ہیں ہوئی معلوم ہوا۔ کہ جب سے طالبان نے افغانستان کے شہیدوں کے خون سے رنگین سرزمین کو ظالموں، لٹیروں اور فاسقوں کے پنجے سے آزادی کیلئے علم جہاد بلند کیا۔ اسی وقت سے مفتی عبدالرحیم صاحب اپنے شیخ ومرشد مفتی رشیداحمدصاحب کے ہدایات کو لے کر اکثر وبیشتر طالبان کے ساتھ شریک جہاد رہتے ہیں۔ استاذمحترم حضرت مولانا سیدشیرعلی شاہ صاحب بھی طالبان کے جہاد میں چونکہ اہم کردار ادا کررہے ہیں اس لیے مفتی صاحب موصوف کا ان کے ساتھ اکثر وبیشتر رابطہ رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا عسکر فوراً ہماری اقامت گاہ پہونچ آئے۔ گفت وشنید کا یہ سلسلہ لمبا ہوتا گیا۔ طالبان مجاہدین کے نورانی چہروں کو دیکھنے اور عجیب وغریب واقعات سننے سے طویل سفر کی تھکاوٹ کا تصور بھی باقی نہ رہا۔ اسی دوران مولانا سلطان محمد حقانی رئیس ارتباط واستاد نے آکر اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔ دسترخوان پر بیٹھ کر ان فقراء ومساکین اہل اللہ کے سادگی سے تیار کئے ہوئے کھانے میں جو برکت اور مزہ محسوس ہوا وہ بڑے بڑے ہوٹلوں اور کھانوں میں بھی ناپید ہے۔ فراغت کے بعد عشاء کی

نماز جماعت کے ساتھ ادا کر کے کچھ دیر آرام کرنے کا ارادہ کیا۔ مقامی منتظمین سے طے ہوا کہ کل نماز فجر اور ناشتہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد صحابہ کرام، اولیاء اللہ کے مزارت پر حاضری اور ربانی اور گلبدین حکمت یار کے آپسمیں تخت کابل پر قبضہ کیلئے آگ وخون کے ھولناک جنگ سے گزرنے والے تباہ حال علاقوں کا معائنہ کر کے درہ سالانگ اور وادی پنج شیر کے دھانے پر واقع طالبان کے فرنٹ لائنز اور مورچوں میں اسلام کے سپاھیوں اور غازیوں سے ملاقات کریں گے۔ مہمانوں کے زیادتی کیوجہ سے بندہ، مولانا فضل الرحیم صاحب لاہور، خطیب پنجاب حضرت مولانا علی اصغر اسی مکان میں بقیہ حصہ رات گزارنے کے لیے ٹھہرے اور حضرت مولانا سید شیر علی صاحب بمع اور ساتھیوں کے اس مکان کے نزدیک حرکتہ الانصار کے مہمان خانہ میں آرام کرنے کیلئے چلے گئے۔ فجر کی نماز وزیر اکبرخان ہی کے علاقہ کے جامع مسجد میں پڑھ لی۔ کسی زمانے میں اس علاقہ کا کابل کے جدید ترین اور فیشن ایبل علاقوں میں شمار ہوتا تھا۔ افغانستان کے ارباب اقتدار، امراء، غیر ملکی سفراء کی اکثریت کے مکانات اور دفاتر یہیں واقع ہوا کرتے تھے۔ رات تو ہم لوگ اندھیرے میں پہونچے اتفاق سے بجلی بھی ساری رات غائب تھی۔ مسجد سے اپنے جائے اقامت آتے ہوئے اس علاقہ کے مکانات، سڑکوں، باغیچوں کو دن کی روشنی میں دیکھ کر اندازہ ہوا کہ افغان قوم کے آزمائش میں اس غیر جاندار، حسین علاقہ کو بھی دشمنوں نے نہ بخشا۔ شاذونادر ہی کوئی ایسا بنگلہ، مکان دیکھا جس پر گولیوں، میزائل، راکٹ وغیرہ کے نشانات نہ تھے۔ سڑکیں برائے نام، گھروں کے اندر وباہر درخت وباغیچے اجڑے ہوئے ایسا لگ رہا تھا کہ گویا علاقہ کی ہر بےزبان چیز بھی اپنے بربادی پر خاموش احتجاج کر رہی ہے، کہ پہلے سرخ سامراج اور پھر اپنے ہی مسلمان کہلوانے والے افغان بھائیوں کے ہاتھوں ہمارے ساتھ یہ سلوک ہوا۔ اپنے جگہ واپس آکر چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ کابل کے معاون (ڈپٹی) گورنر مولوی محمد عالم حقانی بمع ساتھیوں کے ہمارے ملاقات کیلئے آئے کچھ دیر بعد حرکت الانصار کے دفتر کے انچارج اور اس جہاد کے مشہور غازی اور کمانڈر حضرت مولانا عبدالجبار صاحب جس کے جہاد کے دوران اور بالخصوص سروبی و کابل کے قریب "ریشمین تنگی" کے محاذ پر بہادری سے بھرپور کارنامے ہم کل سے سن رہے تھے وارد ہوئے۔ بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ موضوع تو وہی ایک "جہاد طالبان" مگر واقعات وکارنامے ہر ایک دوسرے سے دلچسپ اور ایمان کو تازہ کرنے والے۔ چائے پی کر پہلے سے مرتب کردہ پروگرام پر روانگی کا مرحلہ شروع ہوا۔ میزبان وزیر معدنیات حضرت مولانا احمدجان حقانی ہمارے ساتھ شریک سفر ہونا چاہتے تھے، مگر ان کے بعض دیگر اہم جہادی ووزارتی مصروفیات کا اندازہ ہونے کے بعد ساتھیوں نے بالاتفاق

ان کو اپنے امور نمٹانے کیلئے اپنے ساتھ روانہ ہونے سے منع کردیا ۔ البتہ نائب گورنر مولوی محمد عالم مصر تھے کہ آدھا گھنٹہ اپنے دفتری امور نمٹانے کے بعد میں آپ کے ساتھ محاذ پر جاؤنگا ۔ ان کے مصروفیات سے فراغت تک ہم لوگ مولانا عبدالجبار صاحب کی قیادت میں مزارات پر حاضری اور کابل کے اجڑے ہوئے علاقوں کو دیکھنے کیلئے روانہ ہوئے ۔ گاڑیوں کا بندوبست مولانا احمدجان پہلے سے کرچکے تھے ۔ افغانستان کے قریباً ساڑھے سات بجے وزیراکبرخان کے علاقہ سے مزارات کی طرف روانہ ہوئے ۔ دینی ومذہبی لحاظ سے افغانستان کی سرزمین انتہائی زرخیز ہے بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرفاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں اس خطہ کو اسلامی سلطنت کے حدود میں شامل کرنے کیلئے کئی صحابہ نے اپنے زیرکمان لشکر کشی کرکے اس کو فتح کرلیا ۔ ابوداود شریف کے ایک ایک حدیث میں کابل کا ذکر آیا ہے جس سے بعض مورخین اور ان روایات کی تائید ہوجاتی ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور ہی میں کئی صحابہؓ نے افغانستان کی مٹی پر قدم رنجہ ہوکر یہاں پر اسلام کے جڑوں کو مضبوط کیا ۔ صحابہ کرام وتابعین جیسے مقدس ومحترم ہستیوں کے ورود مسعود کا نتیجہ ہے کہ کئی استعماری قوتوں نے مختلف ادوار میں اسلام کے جذبے سے سرشار ان مسلمانوں کو زیرکرنے کی کوشش کی مگر کوئی بھی اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا ۔ جبکہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے نقشے پر پھیلی ہوئی کئی اسلامی سلطنتیں بشمول پاکستان طویل عرصہ تک اغیار وکفار کے غلام کی حیثیت سے ان کے زیرتسلط رہیں ۔ جنہوں نے ان مغلوب ومفتوحہ ملکوں میں اسلامی شعائر واحکامات کو تبدیل کرنے ، اپنے نظریات وافکار کو پھیلانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاکر مسلمانوں کے عظمت رفتہ کو پامال کرنے کے بعد سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ ان کے جذبے جہاد کو بالکل سرد کردیا ۔ افغانستان واحد ملک ہے جو سازیشوں کے عزائم سے محفوظ رہا ۔ جس کا مظاہرہ انہوں نے سویت یونین جیسے ظاہری سپرطاقت کے سامنے سینہ سپر ہوکر دنیا کے نقشے سے اس یونین کا نام ونشانان ہی مٹا دیا ۔

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب چونکہ عرصہ دراز سے جہاد افغانستان میں مصروف ہیں ۔ اس لیے ان کو اس ملک کے چپہ چپہ کے حالات وواقعات کا مکمل علم ہے ۔ اس موقع پر ان کے رفاقت ہمارے لیے کافی کارآمد رہی ۔ وہ ہمیں ایک ایک مقام پرلیجاکر اس کے پس منظر ومتعلقات سے آگاہ کرتے رہے اور ہمارے شریک سفر جامعہ اشرفیہ لاہور کے مدرس اور ماہنامہ الحسن کے ناظم مولانا عبدالمتین قاسمی سپرد کرتے رہے ۔ سب سے پہلے مشہور صحابی حضرت ابودفاعہ عدوی کے مزار پر حاضری کی ۔ پہاڑ کے دامن میں ذرا اونچے مقام پر واقع قبرمبارک کے قریب ایک کتبے پران کا سن

وفات ۴۴ ھ لکھا ہوا ہے ۔ ان کے قریب ہی ایک دوسرے صحابی کا روضہ بھی ہے مگر کتبے پر نہ ان کا نام درج ہے ، اور نہ سن وفات ۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر موجود قبرستان میں جاکر ایک لمبے قبر کے بارے میں بتایا گیا کہ تاریخی شواہد کے مطابق یہ ستر صحابہ کرامؓ کا مدفن ہے ۔ قبر کے گرد ایک چھوٹی سی ٹوٹی چاردیواری کے ایک حصہ پر ان ستر صحابہ کرامؓ کے اسماء مبارکہ درج ہیں ۔ ان دونوں بابرکت مقامات پر تمام رفقاء نے حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب کے دعائیہ کلمات پر آمین کہتے ہوئے فاتحہ خوانی کی ، ان قبروں کے قرب وجوار اور بھی کئی اولیاء اللہ ، علماء وصلحاء کے قبور تھے مگر وقت کی تنگی کیوجہ سے ہم نے دور ہی سے فاتحہ ودعوات پر اکتفاء کرکے اگلے منزل یعنی کابل کے تباہ شدہ علاقوں کو دیکھنے کیلئے روانہ ہوئے ۔ شہر کے معروف علاقوں دارالامان ، جادہ میوند ، پل سوختہ ، کارت چار کو دیکھ کو ایسا لگتا ہے جیسے قوم عاد ، لوط وثمود پر نازل ہوئے عذاب اور بستیوں کے اجڑنے کا منظر یہی علاقہ پیش کررہا ہے ۔ بڑی بڑی عمارتیں قبرستان اور کھنڈرات کی شکل میں زمین بوس ہوچکی ہیں ۔ جدید اور پختہ دکانوں اور مارکیٹوں کے نہ ختم ہونے والا سلسلے کے صرف ٹوٹے بنیاد باقی ہیں ۔ ممکن ہے ان عظیم عمارات کے ملبے کے نیچے سینکڑوں مکین بھی زندہ درگور ہوچکے ہوں ۔ مگر آپس میں برسرپیکار افغانستان قائدین کو اقتدار حاصل کرنے کے حرص میں اتنا وقت بھی نہ مل سکا کہ اپنے ہم وطنوں پر بموں ، مارٹروں ، راکٹوں اور میزائل کے بارش برسانے کے بعد ان کے حالت زار کے طرف بھی کچھ توجہ ہوتی ۔ اسی سڑک پر کابل کا مشہور روٹی پلانٹ جسے سیلو کے نام سے یاد کیا جاتا ہے بلندوبالا عمارات پر مشتمل کارخانہ ہے ۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ یہاں پکی پکائی روٹی تیار ہوکر پورے شہر کے دکانداروں کو سپلائی کیجاتی تھی مگر اب یہ دفاعی وعوامی پلانٹ وعمارات بھی آثارقدیمہ کی حیثیت سے ہزاروں بلکہ لاکھوں گولیوں کی زد میں آکر اس کے تمام درودیوار ایک مکمل چھلنی کا نمونہ پیش کررہے ہیں حتیٰ کہ اس روڈ پر بجلی کے ایک ایک کھمبے میں ہزاروں سوراخ ہوچکے ہیں ۔ اس کارخانہ کے بالکل سامنے بائیں جانب بسوں کا بہت بڑا ورکشاپ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی صورت میں موجود ہے مگر اس میں کروڑوں ڈالروں مالیت کے ہزاروں بسیں جنگ کا شکار ہوکر سکریپ کے شکل میں ان کے آثار باقی ہیں ۔ حالانکہ افغانستان کے اسی گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس جو " ملی بوس " کے نام سے مشہور تھا کا شمار دنیا کے جدید ترین ذرائع نقل وحرکت میں ہوکر پورے کابل شہر میں ان کا چلن الیکٹرک کے ذریعے ہوا کرتا تھا ۔ جیسے کہ پہلے ذکر ہوچکا ۔ نیست ونابود کرنے کا یہ سارا عمل طالبان کے بل کنٹرول کرنے سے پہلے افغانستان میں امن واسلام قائم کرنے کے علمبرداروں کے ہاتھوں ہوا جب سے طالبان نے دارالحکومت کا نظم

ونسق سنبھالا یہ شہر ہر لحاظ سے امن وسکون کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ اب ہمارا رُخ اس سفر کے اہم ترین مقصد مختلف محاذوں پر جاکر دشمن کے مقابلہ میں صف آرا طالبان سے ملنے کے طرف تھا۔ شہر کے حدود سے نکلنے کے ہم قریب تھے کہ کابل کے نائب گورنر مولوی محمد عالم بھی اپنے ساتھیوں سمیت ہمارے قافلہ میں شامل ہونے کیلئے پہونچ آئے۔ مولوی محمد عالم جس شاہراہ پر ہم شمالی علاقوں کی طرف روانہ تھے افغانستان کے دیگر تباہ حال سڑکوں سے یکسر مختلف اعلیٰ معیار کا بنا ہوا ہے۔ تعجب اس پر ہوا کہ روسی یلغار کے زمانہ میں ٹینکوں وتمام سامان حرب کے دارالحکومت پہونچانے کا یہی اہم راستہ تھا مگر اتنے بربادی کے باوجود بھی یہ سڑک مکمل پختہ و صحیح وسالم ہے۔ گھنٹہ سفر کرنے کے بعد صوبہ پروان کے دارالحکومت چارپکار پہونچے۔ شمالی علاقوں کے طرف جانے والے شاہراہ پر یہ بڑا شہر ہے۔ اسے فتح کرنے کیلئے طالبان کو بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ چارپکار سے قریباً ایک کلومیٹر سالانگ کی جانب سڑک کے کنارے حرکۃ الانصار کی ایک فوجی مرکز میں گئے۔ قریباً ڈیڑھ سو کے قریب جوان، جہاد وجذبہ سے سرشار چہروں پر خوبصورت داڑھیاں، سروں پر عمامے، ہاتھوں میں ہتھیار لئے ہوئے دشمن پر جھپٹنے کے لیے اس چھاونی میں موجود تھے۔ ہمارے آنے کی اطلاع ہوکر سب مجاہد ایک ہال نما کمرے میں جمع ہوئے ان کے راہنما مولانا عبدالجبار صاحب نے کھڑے ہوکر مہمانوں کا تعارف کرایا۔ حضرت مولانا شیرعلی شاہ صاحب، مولانا فضل الرحیم صاحب اور احقر نے جہاد کے فضیلت پر چند جملے ان کے سامنے پیش کردیئے۔ ان کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ ان میں سے تین مجاہدوں نے پنجابی زبان میں جہاد اور جہاد کے دوران شہادت نوش کرنے والوں کے بارے میں ایک جذباتی نظم پیش کی۔ اگرچہ ہم جیسے بعض ساتھی پنجابی زبان کے بیشتر الفاظ نہ سمجھ سکے مگر جہاد کے مناسبت سے ان اشعار کے زیر وبم سے گویا یہ اندازہ ہورہا تھا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے والے اللہ کے ان شیروں نے اپنے نظم میں میدان جنگ کی پوری تصویر کشی کی ہے، جس کے سننے سے ہم پر ایک عجیب کیفیت ووجدان طاری ہوا جس کا احاطہ الفاظ کے دائرہ میں لانا مشکل ہے۔ حضرت مولانا علی اصغر کے اجتماعی دعا کے بعد روانہ ہوکر جبل السراج پہونچے۔ دواطراف سے پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا یہ قصبہ جہادطالبان کے دوران اندرونی وبیرونی ذرائع ابلاغ کے ذریعے اور جنگی اہمیت کے اعتبار سے بین الاقوامی شہرت یافتہ ہے۔ اس پر قبضہ کیلئے طالبان اور مخالف فریق کے درمیان سخت ترین معرکے ہوئے۔ طالبان کی کافی تعداد اسی محاذ پر جام شہادت نوش کرکے بالآخر مخالف فریق کے اس مضبوط گڑھ کو فتح کرنے کے بعد ایک طرف سالانگ کے سرنگ تک پہونچ گئے۔ تو دوسرے جانب دشمن کو پنج شیر کے درہ کے دہانے تک

(جاری ہے)